پہلے اپنے رفقا کو بڑی آسانی کے ساتھ حالات سے آگاہ کیا جا سکتا تھا لیکن اب جبکہ جماعتی رشتہ بالکل ٹوٹ گیا ہے تو ہمیں اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا کہ ہم ترجمان کے ذریعہ اپنے دوستوں اور بزرگوں کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کریں۔

اس اشاعت سے ترجمان القرآن کی جلد ۵۲ کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ ہمیں الفاظ نہیں ملتے جن سے ہم اپنے خالق اور مالک کی بے پایاں رحمتوں اور نوازشوں کا شکریہ ادا کریں۔ ہم اُس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمارے لیے راستے کی دشواریوں اور مشکلات کو آسان فرمایا اور ہمیں توفیق بخشی کہ ہم دینِ حق کی اس کمزور اور نحیف لَو کو مخالفت کے طوفانوں اور مخاصمتوں کی فتنہ سامانیوں کے علی الرغم ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ محض اُس مالک الملک کی کرم نوازی کا اعجاز ہے کہ یہ پرچہ وسائل و اسباب کی شدید کمی کے باوجود اپنے نصب العین کے پیشِ نظر حوادثِ روزگار کے مواج سمندر میں چٹان کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا رہا۔ کبھی کبھی اس سمندر کی اُبھرتی ہوئی تُند موجوں نے چند ایک سیر لمحوں کے لیے اسے دنیا کی نظروں سے اوجھل بھی کر دیا، لیکن یہ بہت جلد پھر اُبھر آیا۔ اس میں ہماری کوششوں کا کوئی معمولی سے معمولی بھی دخل نہیں یہ محض خالق کا فضل ہے اور ہم اس کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔

"دعوتِ دین" بظاہر تو صرف دو سادہ سے الفاظ کا مرکب ہے لیکن اگر اس کے پورے مضمرات پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا یہ دراصل پوری دنیا کے خلاف محض خدا کی رضا جوئی کے لیے ایک دعوتِ مبارزت ہے۔ اس جنگ کا پہلا محاذ خود انسان کو اپنی ذات کے خلاف قائم کرنا پڑتا ہے۔ الحاد و زندقہ کے اس دور میں جس میں مادیت نے قدم قدم پر دام تزویر بچھا رکھا ہے کسی شخص کا دین کی خدمت کے لیے نکلنا بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اوّل تو ذہن اس کام کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا اور اگر اُسے جوں توں کر کے تیار بھی کر لیا جائے تو پھر دل ساتھ نہیں دیتا۔ انسان

کا ازلی دشمن شیطان جو ہر وقت اس کی گھات میں لگا رہتا ہے اسے ہر منزل پر بہکاتا ہے۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس کا راستہ روکتا ہے، کسی قسم کی اُلجھنوں میں اسے اُلجھانے کی کوشش کرتا ہے، اس کے ذہن میں شکوک و شبہات کے کانٹے چبھوتا ہے، اس کے دل میں ہزاروں قسم کے وساوس پیدا کرتا ہے۔ الغرض وہ اس کام سے باز رکھنے کے لیے ساری چالیں بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ چلتا ہے مگر اللہ کا یہ بندہ جب اس کے فریب میں نہیں آتا اور دعوت کا کام شروع کر دیتا ہے تو یہ کمبخت تب بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس کام کے مختلف مراحل میں وہ اس کے لیے عجیب غریب فتنے کھڑے کر دیتا ہے۔ کبھی وہ دعوت کے مقابلے میں اُس کی اپنی شخصیت کو اُبھار ابھار کر سامنے لاتا ہے، کبھی وہ اس کے ذہن میں اس باطل خیال کی آبیاری کرتا ہے کہ دعوتِ حق کا جو کام ہو رہا ہے وہ صرف اُس کی قوتِ فکر و عمل کی کرشمہ سازی ہے، کبھی وہ اس کے اخلاص کو غارت کرنے کی سعی کرتا ہے اور برابر اس تاک میں رہتا ہے کہ اگر وہ اس سرمایۂ آخرت کو پوری طرح برباد نہ بھی کر سکے تو اس میں حسنِ نیت کا زیادہ سے زیادہ جوہر نکال کر لے جائے۔ یہ اور اسی قسم کے بےشمار ایسے حربے ہیں جن کی مدد سے یہ ستمگر اسے جادۂ مستقیم سے ہٹاتا ہے۔ پھر چونکہ یہ ظالم خون کی طرح ہمارے جسم کے اندر دوڑتا ہے اس لیے ہم اسے پکڑ بھی نہیں پاتے اور دین و ایمان کا یہ چالاک دشمن بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہتا ہے۔ ہم اپنے زعم میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم دین کی کوئی بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، لیکن اللہ کے ہاں ہماری وہی خدمت ہمارے نامۂ اعمال کی سیاہی بن جاتی ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص کے لیے دشمن سے دیوانہ وار ٹکرا جانے کی ہمت پیدا کر لینا آسان ہے مگر اپنے نفس سے، اپنی خواہشات سے لڑائی مول لینا بہت مشکل۔ آدمی مخالفت کے بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے، بڑے بڑے جباروں اور قہاروں کے سامنے حق بات کہنے کی جسارت کر لیتا ہے لیکن خود اپنے ضمیر کے آئینے کے سامنے کھڑے ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ وہ دوسروں کے عیوب اور برائیوں پر بڑی چابکدستی کے ساتھ گرفت کرتا ہے لیکن اپنے اندر اتنی ہمت

نہیں پاتا کہ کبھی اپنے نہاں خانۂ دل میں جھانک کر خود اپنے نفس کا بھی جائزہ لے۔ اپنی ذات کا تجزیہ اور اس کا محاسبہ دنیا کی سب سے بڑی آزمائش ہے۔ اسی وجہ سے انسانی زندگی کے سب سے بڑے رمز شناس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا:

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ۔ (ترمذی)

عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا جائزہ لے اور آخرت کے لیے عمل کرے۔ پیچھے رہ جانے والا وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کے پیچھے ڈال دے اور اللہ سے بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے۔

اس لڑائی کا دوسرا مورچہ جاہلیت کے سر پر قائم ہوتا ہے۔ دین کا علم بلند ہوتے ہی بپھرا ہوا کفر و الحاد ایک لشکر جرار کے ساتھ ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس ہو کر مقابلے پر آ ڈٹتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی قوتیں اور صلاحیتیں اسی کی صفیں توڑنے میں کھپ جاتی ہیں۔ لیکن اس لڑائی میں ایک مصیبت یہ پیش آتی ہے کہ بسا اوقات خود اپنے بھائی بندوں ہی میں سے ایک کثیر تعداد الحاد اور زندقہ کی حمایت کرنے لگتی ہے۔ ان میں عموماً دو قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو مادہ پرستی کے سحر کے زیر اثر ہوں اور دوسرے وہ جنہیں الحاد نے کچھ دنیوی مراعات اور مناصب عطا کر رکھے ہوں۔ یہ سب حضرات مل کر دانستہ یا نادانستہ دین کا رستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سے نپٹنا کوئی سہل اور آسان کام نہیں ہے۔

مگر اس جنگ کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس میں بعض اوقات اُن لوگوں کے خلاف بھی لب کشائی کرنی پڑتی ہے جن کے لیے دلوں میں بے حد احترام ہوتا ہے اور جنہیں انسان حقیقتاً صرف امت کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری نوع بشری کے لیے رحمت سمجھتا ہے۔ ہماری قوم اس گئے گزرے دور میں بھی صلحاء کے وجود سے خالی نہیں ہے۔ اس میں ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں

جن کی شرافت، پاکبازی، دیانتداری، دین سے محبت اور اخلاص کی قسم کھائی جاسکتی ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کبھی کبھی شیطان اُن کے اور ہمارے درمیان بعض ایسی غلط فہمیاں پیدا کر دیتا ہے جن سے دِلوں کا وہ ملاپ باقی نہیں رہتا جو حق کے سارے علمبرداروں میں فی الواقع ہونا چاہیے ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے اکثر اوقات بادلِ نخواستہ کچھ کہنا بھی پڑتا ہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ اظہارِ مدعا میں کبھی کبھی تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے جو صدمہ انہیں پہنچتا ہے ہمارے لیے وہ ہمیشہ باعثِ تکلیف ہوتا ہے۔ یہ تکلیف ہمارے نزدیک دوسری ساری تکلیفات سے شدید اور یہ مرحلہ دوسرے سارے مراحل سے صبر آزما ہے۔ مگر کیا کیا جائے اس سے کوئی مفر بھی نہیں۔

اس کے علاوہ اپنے ہم سفر رفقا کو بھی بار بار جھنجھوڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے دعوت کی ان دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کرتے ہوئے بیشمار مراحل ایسے آتے ہیں جہاں رفقا ہمت ہار دیتے ہیں یا اُن کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔ اس لیے ہر آن یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اپنے رفقا کی ہمت بندھائی جائے، ان کی کمزوریوں اور خامیوں سے انہیں آشنا کیا جائے، اُن کی راہ سے شکوک و شبہات کے کانٹے دُور کیے جائیں۔

لیکن ان سب دِقتوں اور مشکلات سے بڑھ کر سب سے بڑی دقت اور مشکل یہ ہے کہ یہ دعوت ایک عظیم دعوت ہے اور اس لحاظ سے عظیم انسانوں کی خدمات کی طالب۔ اس کے لیے ہم جیسے ناکارہ انسان کسی طرح بھی موزوں نہیں ہو سکتے۔ یہ وہ دعوت ہے جس کے پھیلانے کے لیے خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام جیسی عظیم الشان ہستیوں کو مبعوث فرمایا اور سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد یہ کام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہؓ نے اپنے ذمہ لیا۔ تاریخ کے ہر دور میں اس فرض کی بجا آوری کے لیے بڑے بڑے ائمہ اور صلحا آگے بڑھے جب ہم ایک طرف اس کام کی عظمت اور دوسری طرف ایک نگاہ اپنی کوتاہیوں اور خامیوں

پر ڈالتے ہیں تو یقین جانیے جسم لرز جاتا ہے ؎

اگر گویم مسلمانم بلرزم که دانم مشکلاتِ لاالٰہ را

ذہن میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ جس دعوت کے پیش کرنے والے حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ جیسے بزرگ اور برتر انسان ہوں، پھر جس کام کو حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے سرانجام دیا ہو۔ اس کے بعد جسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسے مردانِ کار میسر آئے ہوں، وہ ایک ایسا کام نہیں جسے ہم جیسے بے علم اور عمل و اخلاص سے عاری لوگ کر سکیں۔ اسلام بلاشبہ ہوا اور پانی کی طرح قدرت کا ایک عطیہ ہے اور اس پر کسی شخص کو اجارہ داری حاصل نہیں لیکن آخر اس امرِ قدس کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے دل کے پیمانے تو پاک اور مصفا ہونے چاہئیں۔ یہ احساس ہمارے لیے ہمیشہ وجہِ اضطراب رہا ہے۔ یہ ایک ایسی پریشانی ہے جس سے ہمیں کسی لمحہ بھی نجات نہیں ملی۔ ہم نے اپنی حالتِ زار اور دعوت کی عظمت پر گھنٹوں نہیں بلکہ مہینوں اور برسوں غور کیا ہے اور ضمیر کے قاضی سے بار بار یہ فتویٰ طلب کیا ہے کہ کیا ہم جیسے نااہلوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ ہم اس نازک ذمہ داری کے لیے آگے بڑھیں۔ یہ بات کسی جھوٹی کسرِ نفسی کی بنا پر نہیں بلکہ بطورِ ایک امرِ واقعہ کے بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر کا فتویٰ ہمیشہ ہمارے خلاف رہا ہے۔ اس وقت طبیعت پر ایک شدید اضمحلال طاری ہو جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ ہم یاس و قنوطیت کے ہاتھوں بکے جا رہے ہیں۔ مگر عین ان احساسات کے درمیان اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہمیں اطمینان اور سکون بخشتا ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

کہہ دو اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اللہ تعالیٰ بالیقین تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ بیشک وہ بخشنے والا رحمت والا ہے

(باقی صفحہ ۶ پر)